مسئلہ فسقِ یزید

اور

اکابر علماءِ اُمت

ناشر
شاہ نفیس اکادمی
۲۷/۱۱ سعدی پارک، مزنگ لاہور
۰۳۰۰-۴۱۸۳۷۰۹

مؤلفہ
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی
سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہٗ
بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

کربلا کے بعد

لایا جو خون رنگِ دگر کربلا کے بعد
اُونچا ہُوا حُسینؓ کا سَر کربلا کے بعد

پاسِ حرم، لحاظِ نبوّت، بقائے دیں
کیا کچھ تھا اُس کے پیشِ نظر کربلا کے بعد

اے رہ نوردِ شوقِ شہادت ترے نثار
طے ہو گیا ہے تیرا سفر کربلا کے بعد

آباد ہو گیا حرم ربِّ رسولؐ کا
ویراں ہُوا بتولؓ کا گھر کربلا کے بعد

ٹُوٹا یزیدیت کی شبِ تار کا فسُوں
آئی حُسینیت کی سَحَر کربلا کے بعد

اِک وُہ بھی تھے کہ جان سے ہنس کر گزر گئے
اِک ہم بھی ہیں کہ چشم ہے تر کربلا کے بعد

جوہر کا شعر صفحۂ ہستی پہ ثبت ہے
پڑھتے ہیں جس کو اہلِ نظر کربلا کے بعد

"قتلِ حُسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

○

کلام: قطب الاقطاب سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ فسق یزید

اور

اکابر علماءِ اُمت

مؤلفہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی

سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہٗ

بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسعی و اہتمام

میاں رضوان نفیس

ناشر

شاہ نفیس اکادمی

سعدی پارک، مزنگ لاہور

0300-4183709

0321-9448442

سلسلۂ اشاعت نمبر 7

نام کتاب: .... مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماء اُمت

مصنف: .... حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

طبع اوّل: .... ربیع الاول ۱۴۳۲ھ/فروری ۲۰۱۱ء

طبع دوم: .... جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ/اپریل ۲۰۱۱ء

طبع سوم: .... شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ/ جولائی ۲۰۱۱ء

طبع چہارم: .... ذوالحج ۱۴۳۳ھ/اکتوبر ۲۰۱۲ء

طبع پنجم: .... محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/نومبر ۲۰۱۲ء

بسعی واہتمام: .... میاں رضوان نفیس

ناشر: .... شاہ نفیس اکادمی، ۱۱/ ۲۷ سعدی پارک مزنگ

لاہور ۰۳۰۰-۴۱۸۴۷۰۹

۰۳۲۱-۹۴۴۸۴۴۲

☆ ملنے کے پتے ☆

۱۔ نفیس منزل، ۳/ ۱۷۷ اکریم پارک لاہور

۲۔ مکتبہ قاسمیہ، ۱۷/ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور

۳۔ مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ، اُردو بازار لاہور

۴۔ مکتبہ زکریا، الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

۵۔ مکتبہ سلطان عالمگیر، ۵/ لوئر مال اُردو بازار لاہور

۶۔ الفیصل، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

۷۔ اِدارہ اسلامیات، ۱۹۰/ انارکلی، لاہور

۸۔ مکتبہ فاروقیہ، ہزارہ روڈ، حسن ابدال

۹۔ مکتبہ رشیدیہ، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک راولپنڈی

۱۰۔ مکتبہ شہید اسلام، لال مسجد، اسلام آباد

۱۱۔ دفتر ختم نبوّت یوتھ فورس، ایبٹ آباد روڈ، مانسہرہ

۱۲۔ مکتبہ رشیدیہ، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی

قطب الاقطاب

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمان

جو مسلک اہل سنت دیوبند کی ہے جان

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم دونوں کی محبت جزوِ ایمان ہے جو شخص اِس عقیدہ سے متصف نہ ہو وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے

☼☼☼

لمحہ فکریہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے تعلق خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں اور ان کا ادب واحترام ان کی تعظیم وتوقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزار ہم محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعوی کریں اور اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو یہ حُب رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک فریب نفس ہے محبوب کی تو ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ یقین جانیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اگر ہمارے رگ وپے میں اُتر جائے تو ہم اُن کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کریں۔

آہ! یہ کیسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر محبوبانِ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا وہ جن کی جوتیوں کے صدقے تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی تم کو کیا ہوا کہ تم ان ہی کی عیب چینیاں کرتے ہو پھر اس عیب چینی اور خردہ گیری کے لیے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے سوا کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب ولہجہ کو تو دیکھو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شمر ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنا لیا ہے۔

(قربت کی راہیں از: مولانا ابوبکر غزنوی)

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتنے تاریخی بدیہیات کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھ دیا، یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں۔ زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی قدرت میں ہے، ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہوسکی کیا اس دور میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو افسانہ نہیں بنایا گیا۔ اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں، اور کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، واجب القتل اور یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا۔

(تسکین الصدور)

محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حافظ ابن حزم ظاہری اُندلسی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۴۵۶ھ) نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ، حادثہ کربلا، واقعہ حرہ، حصار کعبہ و قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما ان چاروں جان گسل واقعات کو اسلام کے چار رخنوں سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرکز کا احترام ختم ہوا، اور خلافت کا رعب داب اُٹھ گیا، حادثہ کربلا سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت خاک میں ملی، واقعہ حرہ سے "مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" کی بے حرمتی ہوئی، قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کعبہ کی عزت کو داغ لگا۔ غرض ان چاروں ہنگاموں میں ناحق کوشوں نے وہ قیامت برپا کی کہ خدا کی پناہ، خلیفۃ الرسول، عترت پیغمبر اور اُصحاب نبی سب کا بے دریغ خون بہایا، اور حرم نبی، خانہ کعبہ، جملہ شعائر اسلام کی عظمت کا ذرہ برابر پاس و لحاظ نہیں کیا۔

(حادثۂ کربلا کا پس منظر۔ ص: ۲۳۲)

بلا مبالغہ یزید بن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کے ان اعوان و انصار کے متعلق جو اس کے مظالم و جرائم میں شریک رہے ہیں بغیر کسی شبہ کے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ پیشاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہوا ان کے وجود سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ کہ وہ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور یہ خبیث لعنت کے مستحق۔

(حضرت علی اور قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہما۔ ص: ۲۶)

پیش لفظ

مفتی سید عبد القدوس ترمذی مدظلہم
مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

باسمه سبحانه وتعالیٰ

''مسئلہ فسق یزید اور علماء امت'' کے نام سے حضرتِ اقدس والد ماجد فقیہ العصر یادگار اسلاف مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کا محققانہ مضمون پیش خدمت ہے اس مضمون میں یزید کے متعلق اکابر علماء امت کی آراء کو جمع فرما کر ثابت کیا گیا ہے کہ یزید فاسق وفاجر تھا، اسے صالح اور عادل ونیک ومتقی قرار دینا خلاف تحقیق ہے، بعض حضرات یزید کو خلیفہ عادل صالح اور نیک ثابت کرنے کے لیے تاریخ کے بعض واقعات سے استدلال کرتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظیم القدر شخصیت کے دفاع کے پردہ میں یزید کے وکیل صفائی ہونے کے دعویدار ہیں ان کی یہ روش چونکہ غلط اور خلاف مسلک اہل حق ہے اس لیے ان کے موقف کی تردید ضروری ہے۔

کچھ عرصہ قبل سرگودھا بلاک نمبر ۱۸ کے مولانا عطاء اللہ صاحب بندیالوی نے ''واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر یزید کی صفائی پیش کی، علماءِ حق نے بروقت اس کتاب سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور اس کے مندرجات کی تردید کی اس کتاب میں بھی یزید کو صالح اور عادل ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی تھی حضرت والدگرامی قدس سرہ نے اس کی بروقت تردید فرمائی اور مذکورہ بالا عنوان سے اس کی تردید میں ایک وقیع مضمون تحریر فرمایا یہ مضمون مجلہ ''الحقانیہ'' میں شائع ہو چکا ہے اب محترم جناب میاں رضوان نفیس صاحب خادم خاص وخلیفہ ومجاز حضرت سید نفیس الحسینی

اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائیں آمین۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

خادم دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۳؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

حضرت ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی رحمۃ اللہ یوں ارقام فرماتے ہیں:

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مخالفت ناشی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا دل صاف نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ سے اپنی بیزاری وکراہت کو ظاہر کرنے کی جرأت رکھتے ہیں وہ اس راستہ سے اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

قَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ

ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتیں تم کو رنج پہنچاتی ہیں مگر تمہاری تکذیب نہیں کرتے، بلکہ ظالم، خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد کا اظہار کرتے ہیں۔

(پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ، ۱۰؍مارچ ۱۹۹۲)

مختصر حالات

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فاضل دارالعلوم دیوبند بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت موضع اڑدن ریاست پٹیالہ ہندوستان میں ۱۱/رجب المرجب ۱۳۴۱ھ بمطابق مارچ ۱۹۲۳ء کو ہوئی، عبدالشکور آپ کا نام رکھا گیا بعد میں تاریخی نام ''مرغوب النبی'' نکالا گیا۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے قاعدہ مدرسہ معین الاسلام قصبہ نوح ضلع گڑگانواں میوات کے علاقہ میں پڑھا، یہ مدرسہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ نے بنایا تھا، ابتدائی نوشت وخواند کے بعد اردو، ناظرہ قرآن پاک، حساب کی تعلیم مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون میں ہوئی اور قرآن کریم اسی مدرسہ میں خلیفہ حافظ اعجاز احمد تھانوی رحمہ اللہ سے حفظ کیا۔

سفر حجاز:

حفظ کے بعد فارسی کتب والد ماجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں، پھر جب ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۸ء میں والد ماجد حج کے لیے حجاز تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے، آٹھ ماہ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں ہوا، وہاں آپ نے ابتدائی عربی کتب والد ماجد سے پڑھنے کے علاوہ حضرت قاری اسعد صاحب رحمہ اللہ وغیرہ سے قرآن کریم کی مشق کی اور کتب تجوید پڑھیں، شیخ القراء قاری حسن شاعر رحمہ اللہ مسجد نبوی میں مقدمۂ جزریہ پڑھاتے تھے آپ اس میں بھی شریک ہوتے، حجاز سے واپسی ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء میں دوسرے حج کے بعد ہوئی۔

عربی تعلیم:

حجاز سے واپسی پر قصبہ راج پورہ ریاست پٹیالہ کے عربی مدرسہ میں مولانا سمیع اللہ خان رحمہ اللہ برادر حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان رحمہ اللہ سے ابتدائی عربی کتابیں پھر انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ معین الاسلام میں مولانا محمد متین رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد مبین رحمہ اللہ صاحب سے کتب عربیہ متوسطہ پڑھیں۔

سبعہ قراءات مع ثلاثہ:

انبالہ چھاؤنی کے زمانہ تعلیم میں شاطبیہ حضرت والد صاحب سے پڑھی بعدازاں شیخ القراء مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی رحمہ اللہ کی خدمت میں پانی پت حاضر ہو کر حضرت مولانا موصوف کو سارا قرآن کریم بطریق جمع الجمع سنایا اور نقل بھی کیا اور شاطبیہ بھی دوبارہ پڑھی، اس کے بعد امام القراء قاری فتح محمد صاحب ضریر رحمہ اللہ سے "الدرۃ المضیۃ" پڑھی اور "شاطبیہ" کا بعض حصہ اور "مقدمہ جزریہ" پورا سنایا پھر بزمانہ قیام دارالعلوم دیوبند حضرت قاری حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ سے مشق کی اور "طیبۃ النشر" کا بعض حصہ پڑھا۔

تکمیل علوم:

پانی پت سے فراغت کے بعد آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ نے آپ کو شاہ آباد ضلع کرنال مدرسہ حقانیہ میں اپنے پاس بلالیا اور حسامی، شرح وقایہ، ہدایہ اولین، قطبی وغیرہ کتب خود پڑھائیں، شوال ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا مگر عیدالاضحیٰ کے بعد ۱۹۴۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاولنگر چلے گئے اس وقت وہاں آپ کے والد محترم صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، آپ نے جلالین والد ماجد سے اور ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ شریف، منطق کے دیگر اسباق مولانا ظہور احمد صاحب رحمہ اللہ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند سے پڑھے، شوال ۱۳۶۳ھ میں آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا وہاں آپ دو سال زیر تعلیم رہے پہلے سال مطول، شرح العقائد، ملاحسن

٩

،میبذی وغیرہ کتب حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک حضرت مولانا عبدالخالق، حضرت مولانا فخرالحسن، مولانا محمد جلیل صاحب رحمہم اللہ سے پڑھ کر اگلے سال شوال ۱۳۶۴ھ بمطابق ۱۹۴۵ء میں دورۂ حدیث شریف میں داخل ہوئے اور شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء میں فراغت پائی دورۂ حدیث شریف میں ترمذی شریف حضرت مدنی قدس سرہ نے شروع کرادی تھی کہ وہ اس کے بعد تین ماہ کی رخصت پر تشریف لے گئے، آپ کی جگہ حضرت مولانا فخرالدین مرادآبادی رحمہ اللہ تقریباً تین ماہ سہ ماہی تک ترمذی شریف اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے اس عرصہ میں ترمذی کی کتاب الصلاۃ اور بخاری شریف کی کتاب العلم ختم ہوگئی تھی پھر حضرت مدنی قدس سرہ تشریف لے آئے، آپ نے ترمذی جلد اول اور بخاری کی ہر دو جلد مکمل کرائیں ترمذی کی جلد ثانی اور شمائل ترمذی حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ نے پڑھائی مسلم، ابوداود، نسائی، طحاوی، مؤطا امام مالک علی الترتیب حضرت مولانا بشیر احمد گلاؤٹھی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا فخرالحسن ،حضرت مولانا عبدالحق ،حضرت مولانا عبدالخالق رحمہم اللہ سے اور ابن ماجہ، ومؤطا امام محمد دیگر اساتذۂ کرام سے پڑھیں۔

تربیت باطنی وسلوک:

آپ طالب علمی کے زمانہ میں ہی بڑی پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ کی سفارش پر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے بیعت ہوگئے تھے، چودہ سال کی عمر تک حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کے زیر سایہ تھانہ بھون ہی میں آپ کا قیام رہا، حکیم الامت رحمہ اللہ کی وفات کے وقت آپ کی عمر اکیس سال تھی آخر تک حضرت سے تعلق رہا، جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۴ء میں مظاہر علوم سہارنپور کے جلسہ میں شرکت کے بعد آپ اپنے والد ماجد اور عم محترم جناب عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے خصوصی شفقت وعنایت کا معاملہ فرمایا اور از خود تحریک فرما کر چچا محترم کی لڑکی سے نکاح بھی پڑھایا حضرت کی وفات کے بعد اصلاحی تعلق حضرت

مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ سے رہا پھر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری سے اور پھر حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے رہا، ان کی وفات کے بعد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ سے۔ حضرت علامہ عثمانی اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہما نے آپ کو اجازت بیعت سے بھی نوازا۔

علمی خدمات اور ہجرت پاکستان:

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ راجپورہ ریاست پٹیالہ کے مدرسہ میں تدریس کا کام کیا، اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال میں مدرس ہوگئے اور کنز، شرح جامی وغیرہ تک کتابیں پڑھائیں۔

تقسیم ملک کے بعد یکم فروری ۱۹۴۸ء کو ساہیوال ضلع سرگودھا صوبہ پنجاب میں قیام ہوا، یہاں تعلیم و تبلیغ، تصنیف و افتاء اور تدریس کی عظیم الشان خدمات انجام دیں، یہاں آپ نے پہلے مدرسہ قاسمیہ کے نام سے شہر کی قدیم مسجد شہابی میں ایک مدرسہ قائم کیا، حفظ و ناظرہ کے علاوہ مشکوٰۃ تک کتابیں بھی آپ پڑھاتے رہے، ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک چلی تو تین چار ماہ آپ جیل میں رہے جس کی وجہ سے مدرسہ بند ہوگیا، پھر آپ نے ۱۹۵۵ء میں نئی جگہ پر مدرسہ حقانیہ کے نام سے دینی ادارہ کی بنیاد رکھی جو تعمیر و تعلیم کے لحاظ سے بحمداللہ خوب روبہ ترقی ہے، اس وقت مدرسہ میں طلباء و طالبات کی تعداد سات صد سے متجاوز ہے، مقیم طلباء سو سے زائد ہیں، حفظ و ناظرہ کے علاوہ طلبہ و طالبات کے لیے درس نظامی مع دورۂ حدیث شریف کا بھی انتظام ہے، علاوہ ازیں علماء کرام اور فضلاء درس نظامی کے لیے درجہ تخصص فی الفقہ کی تعلیم کا بھی انتظام ہے جس میں انہیں دو سال تک افتاء کی تربیت دی جاتی ہے۔

۱۹۶۰ء میں مسجد حقانیہ کے نام سے آپ نے ایک عظیم مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا جو اس وقت علاقہ کی بڑی مساجد میں شمار ہوتی ہے، عیدگاہ حقانیہ کی زمین اس کے علاوہ ہے جس پر عید کی نماز ادا کی جاتی ہے، مسجد زینب کے نام سے دو منزلہ جامع مسجد بھی

الگ تعمیر ہو چکی ہے اس کے ساتھ جامعہ کی شاخ بھی ہے جس میں قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مزید توسیع کے لیے تقریباً ۲۱ رکنال زمین الگ بھی خرید لی گئی ہے اس میں فی الحال دو مدرس قرآن کریم کی تعلیم دے رہے ہیں، ساہیوال شاہپور روڈ پر بھی تین کنال جگہ میں مسجد اور مدرسہ کی تعمیر زیر غور ہے، مدرسۃ البنات کی عمارت اس کے علاوہ ہے جس میں دورۂ حدیث تک درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔

جامعہ کے شعبہ دارالافتاء سے کئی ہزار تحریری فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں جس میں تقریباً دس ہزار فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ ہے ان پر تحقیق وتبویب کا سلسلہ جاری ہے، آپ کے ان فتاویٰ کا نام ''امداد السائل فی الاحکام والمسائل'' رکھا گیا ہے۔

تصنیف وتالیف:

حضرت مفتی صاحب نے تصنیف وتحریر کا عظیم سلسلہ بھی بڑی محنت سے جاری رکھا اور بہت سی گرانقدر کتب تحریر فرمائیں، اس وقت آپ کی تصنیفات، رسائل مقالات ومضامین کی تعداد ۲۰۰ سے متجاوز ہے ان میں بعض تصنیفات کے نام یہ ہیں:

(۱) تکملہ احکام القرآن للشیخ محمد ادریس کاندھلوی (۲) تکملۃ احکام القرآن للعلامۃ الشیخ ظفر احمد عثمانی (۳) تتمۃ البیان فی ترجمۃ القرآن (۴) اشرف البیان فی علوم القرآن (۵) ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن (۶) تقریر ترمذی شریف (۷) خلاصۃ الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد (۸) ادراک الفضیلۃ فی الدعاء بالوسیلۃ (۹) اسلامی حکومت کا مالیاتی نظام (۱۰) شخصی ملکیت اور اسلام (۱۱) دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت (۱۲) حیات انبیاء کرام علیہم السلام (۱۳) مجموعہ فتاویٰ امداد السائل فی الاحکام والمسائل (۱۴) گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم (۱۵) گستاخ رسول ﷺ اور مرتد کی شرعی سزا (۱۶) عورت کی سربراہی اور اسلام (۱۷) تحریک پاکستان کی شرعی حیثیت (۱۸) عقائد علماء دیوبند (۱۹) رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت (۲۰) فضائل جہاد (۲۱) تذکرۃ الظفر (۲۲) تذکرہ شیخ الاسلام حضرت مدنی (۲۳) معارف حضرت

مدنی (۲۴) تذکرۃ الشیخ محمد زکریا کاندھلوی (۲۵) اشرف المعارف (۲۶) حضرت افغانی کی تفسیری خدمات (۲۷) حضرت مفتی اعظم کی تفسیری خدمات (۲۸) تاریخ مدارس دینیہ (۲۹) دینی مدارس اوران کا نصاب تعلیم (۳۰) نفاذ شریعت بل اسمبلی کی ذمہ داری اور علماء کا کردار (۳۱) ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے نظریات پر ایک تحقیقی نظر (۳۲) محمود احمد عباسی کے نظریات پر تحقیقی نظر (۳۳) تفسیر ترجمان القرآن اور ابوالکلام کے نظریات پر ایک نظر وغیرہ۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی عظیم عبقری شخصیت اپنے دور میں اسلاف کی یادگار اور مغتنمات دہر میں سے تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہر و باطن کا جامع بنایا تھا آپ نے جہاں وقت کے اکابر اولوا العلم والفضل اور نابغۂ روزگار شخصیات سے اکتساب فیض کیا وہیں وقت کے مجدد اور حکیم الامت سے فیض باطنی حاصل کرنے کی سعادت بھی پائی۔

محدث جلیل حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ صاحب اعلاء السنن، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، فقیہ ملت حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہم جیسی عظیم ہستیوں کو آپ پر ہمیشہ اعتماد رہا، اہل علم میں آپ کی تصنیفات و تحقیقات اور ارباب فتاوی میں آپ کے وقیع فتاوی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

مسلک دیوبند اور بطور خاص مسلک اشرفی کی ترجمانی میں آپ کو صف اول کے علماء میں شمار کیا جاتا ہے، غرضیکہ آپ کی علمی، فقہی، تصنیفی، تدریسی خدمات کے پیش نظر صرف جامعہ حقانیہ ساہیوال اور علاقہ ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں آپ کا فیض جاری ہے، ضعف اور بیماری نیز کبرسنی کے عالم میں بھی آپ دینی خدمات بڑی تندہی سے انجام دیتے رہے۔

جامعہ حقانیہ کے علاوہ کئی دوسرے دینی مدارس کی بھی آپ سرپرستی اور اہتمام

ورہنمائی فرماتے رہے، دینی ادارے اور ملک کے کئی بڑے جامعات کی شوریٰ میں بھی آپ شامل رہے۔

سانحہ وفات:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ساری زندگی دینی علمی فقہی خدمات میں گزاری اور ۵/شوال المکرم ۱۴۲۱ھ بروز سوموار یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو انتقال فرمایا، اگلے روز آپ کا جنازہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے پڑھایا، ہزاروں افراد نے اس میں شرکت کی اور عصر سے قبل حقانیہ قبرستان ساہیوال سرگودھا میں آپ کی تدفین ہوئی، نور اللہ مرقدہ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ ومأواہ، آمین

حضرت اقدس رحمہ اللہ کے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں تلامذہ، مدارس اور آپ کی وقیع علمی تصنیفات وفتاویٰ آپ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات ہیں، بطور خاص مدرسہ جامعہ حقانیہ، جامع مسجد حقانیہ، عیدگاہ حقانیہ آپ کی عظیم یادگار ہیں، حق تعالیٰ ان کو ہمیشہ قائم رکھیں اور حضرت کے درجات کو بلند فرمائیں، آمین۔

تفصیلی حالات کے لیے کتاب

"حیاتِ ترمذی"

مؤلفہ مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم

مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

کا مطالعہ فرمائیں۔

مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماءِ اُمت

کتاب ''واقعہ کربلا'' سے اعلان براءت:

بعد الحمد و الصلوٰۃ:

برادران اسلام! تقریباً ایک سال ہوا کہ مورخہ ۴؍ ستمبر ۱۹۹۱ء کو ''مجلس تحقیق مسائل'' ضلع سرگودھا کا اجلاس جامعہ ذوالنورین شاخ جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں منعقد ہوا، جس میں علماء کرام نے متفقہ طور پر مولوی عطاء اللہ بندیالوی کی مؤلفہ کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' کے بعض مندرجات کو اہل سنت والجماعت اور اکابر علماء دیوبند کے نظریات وعقائد کے خلاف قرار دیتے ہوئے اس کتاب سے براء ت ولاتعلقی کا اظہار کیا تھا اور اس کو علماء دیوبند کی دینی تحقیق کو پائے مال کرنے کی سعی ناکام قرار دیا تھا، جس پر ''مجلس تحقیق مسائل'' کے علاوہ بعض دوسرے اکابر علماء کرام حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحب، مولانا حافظ محمد اکرم صاحب طوفانی، مولانا مفتی احمد شفیع صاحب مرحوم خطیب مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر ۱ سرگودھا و سابق صدر بزم قاسمی وغیرہ کے دستخط بھی ثبت تھے۔

اس فیصلہ میں کتاب مذکور سے اپنی لاتعلقی کا اظہار تو کیا گیا مگر کسی پر ذاتی حملہ اور طعن وتشنیع سے مکمل طور پر پرہیز کیا گیا تھا، کیونکہ اس کا مقصد اکابر علماء دیوبند کا تحفظ اور مسلک اہل سنت والجماعت کی ترجمانی تھا، تاکہ غلط فہمی سے اس کتاب کو علماء دیوبند کے مسلک کے موافق اور اس کا ترجمان نہ سمجھ لیا جائے۔

بندیالوی صاحب کا سوقیانہ انداز تخاطب:

اب معلوم ہوا کہ بندیالوی صاحب مذکور نے کتاب میں کچھ اضافات کیے ہیں

اوران میں اپنے جارحانہ اور غیر عالمانہ طرز تحریر سے علماء کرام کو طعن و تشنیع بلکہ رافضیانہ طریقہ پر سب وشتم اور تبراء سے بھی نوازا ہے، لکھا ہے:

''ان مخالفین میں......شیعہ کم تھے لیکن سنی نما شیعہ زیادہ تھے......ان میں ان پڑھ اور عقل وخرد سے محروم واعظ بھی تھے......یتیم العقل مفتی بھی......فہم وفراست سے نہایت کورے خطیب بھی اور منبر ومحراب کے مذہبی منافق بھی......لوگوں کے نذرانوں پر پلنے والے......اور تقدس کے نام پر عصمتوں سے کھیلنے والے گدی نشین بھی'' (ص ۱۵)

اس سوقیانہ انداز تخاطب کا جواب تو کوئی اس جیسا ہی عقل وخرد اور علم وفہم کا مالک دے سکتا ہے ہم صرف اتنا ہی کہتے ہیں اور اس غیر شریفانہ انداز گفتگو کی مذمت کرتے ہیں۔

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت　　　دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھا ہے: ''میری تصنیف کا مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا یا تعریف وتوصیف کرنا نہیں تھا......'' مگر کتاب میں مستقل عنوان ''کیا یزید واقعی فاسق وفاجر تھا'' کے تحت خوب خوب صفائی پیش کی گئی ہے لکھا ہے: ''شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر اہل سنت کا یہ عالم ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق وفجور پر ایمان رکھتے ہیں'' (ص:۸۵)

آگے صفحہ نمبر: ۸۷ پر لکھا ہے ''آج اگر کوئی منچلا چالاکی اور ہشیاری سے کام لیتے ہوئے یوں کہے کہ یزید ولی عہد بنائے جانے کے وقت تو نیک وصالح تھا فاسق وفاجر نہیں تھا مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کا فسق وفجور ظاہر ہوا، تو ہمارا پھر سوال ہے کہ ان صحابہ کرام کے بارہ میں تمہارے تصورات وخیالات کیا ہیں جنہوں نے وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بحیثیت خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا، اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور ہر لحاظ سے اس کا ساتھ دیا''۔

ناظرین غور فرمائیں کیا بندیالوی صاحب کا یہ مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا یا تعریف وتوصیف نہیں تھا؟ اس عنوان کے تحت مندرجات سے کیا یزید کی صفائی پیش کرنا مقصد نہیں ہے؟ پھر اس پر بھی غور کیجیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ولی عہدی کے اعتراض سے بچانے کی غرض سے کن علماء کرام نے یہ کہا جن کو یہ ''منچلا، چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے'' تبرا کر رہا ہے، یہ سننے کی بات ہے اور اس منچلے، چالاک وہوشیار کی چالاکی وہوشیاری کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیسے کیسے اکابر علماء کرام کو کس کس طرح رافضیانہ انداز سے تبرا کر رہا ہے، سنیے:

(۱) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"تاوقتیکه امیر معاویه رضی اللہ عنہ یزید پلید را ولی عهد خود کردند فاسق معلن نه بود اگر چیزے کرده باشد در پرده کرده باشد که حضرت امیر معاویه را ازاں خبر نه بود"۔

جس وقت حضرت امیر معاویہؓ نے یزید پلید کو اپنا ولی عہد کیا تھا اس کا فسق ظاہر نہ تھا اگر کچھ کیا ہوگا تو در پردہ، جس کی خبر امیر معاویہؓ کو نہ تھی۔ (از مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۵۲)

بندیالوی صاحب کی خیانت:

(۲) حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے بندیالوی صاحب نے عوام کو دھوکہ دیا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت بندیالوی صاحب نے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے لکھی ہے کہ:

''یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر ابیض اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے حتیٰ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے'' (مکتوبات ج ۱ ص ۲۵۰)

اس کے آگے ساتھ ہی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''اس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی ان کو اطلاع نہ تھی'' (صفحہ مذکور) یہ اگلی عبارت ریسرچ کا حق ادا کرنے اور یزید کی صفائی کے لیے بندیالوی صاحب نے نہیں لکھی ورنہ ان کی تحقیق کا بھانڈا چوراہے میں سب کے سامنے پھوٹ جاتا۔

(۳) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ مؤرخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط ہے، ہاں ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا'' (مکتوبات ج ۱ ص ۲۶۶)

ناظرین غور فرمائیں کہ بقول بندیالوی صاحب کیا یہ سب اکابر علماء کرام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہما منچلے پن، چالاکی اور ہوشیاری سے کام لے رہے ہیں اور کیا یہ بندیالوی ان حضرات کو ہی گستاخانہ انداز میں خطاب کر رہا ہے اور ان ہی کو منچلا، چالاکی اور ہوشیاری سے کام لینے والا کہہ رہا ہے۔ کیا یہ سب حضرات شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر تھے؟ اور سب ہی آنکھیں بند کر کے یزید کے فسق و فجور پر ایمان لے آئے تھے؟

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلہ میں نکلنا:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے مقابلے میں نکلنے کی وجہ اس کا فسق تھا؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی یزید کا فسق ظاہر ہو گیا تھا اور اسی فسق کی وجہ سے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ اس کے مقابلہ میں نکلنا متعین ہو گیا، چنانچہ علامہ ابن خلدون جو مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے فاضل محقق بھی ہیں لکھتے ہیں:

"لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عصره بعثت شيعة اهل البيت بالكوفة للحسين رضى الله عنه ان يأتيهم فيقوموا بامره فرأى الحسين ان الخروج على يزيد متعين من اجل فسقه لا سيما من له القدرة على ذٰلك وظنها من نفسه باهليته وشوكته فاما الاهلية فكانت كما ظن وزيادة واما الشوكة فغلط يرحمه الله فيها" (ج ا ص ۲۱۶)

ترجمہ: جب اس دور کے تمام لوگوں کے نزدیک یزید کا فسق ظاہر ہو گیا تو کوفہ سے اہل بیت کے حامی لوگوں نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہاں تشریف لے جائیں تو وہ ان کے مقصد کو قائم کر لیں گے (اس وجہ سے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہوئی کہ یزید کے فسق کی وجہ سے اس کے مقابلے میں نکلنا تو متعین ہو گیا ہے خصوصاً جبکہ آپ کو اس پر طاقت بھی حاصل ہے اور آپ نے اپنے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ اس کی اہلیت رکھتے ہیں اور آپ کے پاس اس کے لیے قوت و شوکت بھی ہے مگر اہلیت تو اس سے بھی زیادہ تھی جس کا آپ کو گمان تھا لیکن طاقت و شوکت کا اندازہ لگانے میں آپ سے غلطی ہو گئی۔

اگر بندیالوی صاحب اس عبارت کو آنکھ کھول کر پڑھ لیتے تو پھر وہ اکابر علماء پر آنکھیں بند کر کے فسق یزید پر ایمان لانے کا الزام ہرگز نہ لگاتے اور ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کا فسق صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی ظاہر ہو چکا تھا اور اسی بنیاد پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہوئی تھی کہ اس کے مقابلہ میں نکلنا متعین ہو گیا، اب وہ آنکھیں کھول کر اپنے ص ۸۸ کو پڑھیں اور معلوم کریں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کے مقابلہ میں نکلنے کی وجہ اور اس کا سبب اس کا فسق تھا یا نہیں؟ مگر آنکھیں کھولنے کے بعد بھی شاید ان کی عقل میں یہ بات نہ آ سکے "فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور" (القرآن)

اپنے اکابر کو اندھا لکھنا سر کے اندھے کا نہیں دل کے اندھے کا کام ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بندیالوی صاحب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی بنا صرف اپنی اہلیت کو بتلاتے ہیں حالانکہ یہ تو دوسرے درجہ پر ہے، پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا اس کی وجہ سے اس کے خلاف اٹھنا ان کے نزدیک جائز ہوا جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اس کی تصریح اوپر کی عبارت میں کر دی ہے البتہ اس کے لیے اہلیت اور قوت وشوکت کی بھی شرط اور ضرورت تھی اب معاملہ کو خلط ملط کرنا اور فسق یزید کی جس کو مقابلہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے نفی کرنا اور صرف اہلیت پر (مقابلہ کی بنیاد رکھنا) خروج کے حقائق کو مسخ کرنا ہے، کیا اسی کا نام تحقیق ہے؟۔

فسق یزید پر اکابر علماء امت کی تصریحات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اب تک اگر فسق یزید پر اکابر علماء امت کی تصریحات پیش کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ نے یہ خدمت خارجی فتنہ جلد دوم میں انجام دے دی ہے تفصیل کے لیے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

حضرت بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہما کے ارشادات فسق یزید کے متعلق گذر چکے ہیں، قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یزید کے متعلق فرماتے ہیں:

"لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا" (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۹)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ بھی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے" (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۴۶۵)

حضرت مولانا ظفر احمد المحدث عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت امام کو روایتیں ایسی پہنچی تھیں جس سے یزید کا فاسق ہونا لازم آتا تھا اور فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہو جاتا ہے یا مستحق عزل ہو جاتا ہے پس امام

کا یزید کے خلاف خروج کرنا بالکل صحیح تھا'' (ص:۷۲)

ان سب حضرات نے یزید کو فاسق قرار دیا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی بنا فسق یزید بتلائی ہے مگر بندیالوی صاحب اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان سب کے خلاف کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف خروج فسق کی وجہ سے نہ تھا۔

ایک مغالطہ:

حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابن کثیر کی عبارتوں سے ص ۱۰۳ پر مغالطہ دیا ہے کہ ''یزید کے فسق و فجور کی روایات نا قابل قبول ہیں'' حالانکہ ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جن احادیث میں یزید اور حضرت عمرو بن عاص وغیرہ کا نام لے کر مذمت بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہیں اور جو احادیث ابن عساکر نے اس سلسلہ میں بیان کی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، ان سے یہ ثابت کرنا کہ فسق یزید میں ثابت شدہ کوئی تاریخی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے محض ''حب یزید'' میں آنکھیں بند کر لینے یا ''حبك الشیء یعمی ویصم'' کا نتیجہ ہے۔

حضرت علامہ علی قاری ''مشکوٰۃ شریف'' کی حدیث ''انہ تصیب امتی فی آخر الزمان من سلطانهم شدائد، الخ''۔ میری امت کو آخری زمانہ میں سخت تکلیفیں پہنچیں گی ان کے بادشاہ کی طرف سے۔ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یحتمل الجنس والشخص کیزید والحجاج وامثالهما'' (ج ۹ ص ۳۴۳) حدیث میں احتمال ہے کہ سلطان سے مراد جنس ہو یا شخص جیسے یزید اور حجاج وغیرہ۔

اور علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''وکان فیہ ایضا اقبال علی الشهوات وترك بعض الصلوات فی بعض الاوقات واماتتها فی غالب الاوقات الخ'' (البدایۃ ج ۸ ص ۲۳۰)

(اور یزید کی ذات میں) شہوات کی طرف میلان تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور بسا اوقات وہ نمازیں وقت گذر جانے کے بعد پڑھتا تھا۔

غرضیکہ حضرت علامہ علی قاری وعلامہ ابن کثیر یزید کو ظالم اور فاسق قرار دیتے ہیں، اوپر کی عبارتوں سے بھی واضح ہو رہا ہے اور عبارت ذیل میں تو علامہ ابن کثیر نے تصریحاً یزید کو فاسق قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

''بل قد کان فاسقاوالفاسق لایجوز خلعه لاجل مایثور بسبب ذلك من الفتنة ووقوع الهرج کماوقع من الحرة'' (البدایۃ ج۸ص۲۳۲) بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے فتنہ زیادہ بھڑکتا ہے اور جنگ وقتال واقع ہوتا ہے جیسا کہ واقعہ حرہ کے وقت ہوا۔

غرضیکہ ص ۱۰۳ پر علامہ ملا علی قاری اور علامہ ابن کثیر کی عبارتوں سے یزید کے بارہ میں فسق کی روایات کو غیر معتبر قرار دینا محض دھوکہ ہے۔

واقعہ حرہ اور یزید:

اور علامہ ابن تیمیہ بھی یزید کے ظلم کو تسلیم کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

''مع انه کان فیه من الظلم ثم انه اقتل هووهم وفعل باهل الحرة امورامنکرة'' (منہاج السنۃ ج اص ۲۷) اور فرماتے ہیں ''وفعل فی اهل المدینة ما فعل وقدتوعدرسول الله ﷺ من قتل فیها قتیلاولعنه''۔ اور اس نے اہل مدینہ کے بارے میں کیا جو کچھ کیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارہ میں عذاب کی وعید سنائی اور اس پر لعنت کی ہے جو مدینہ میں قتال کرے۔

نیز لکھتے ہیں:

''فانه اظلم من یزیدباتفاق الناس ومع هذایقال غایة یزید وامثاله من الملوك ان یکونوافساقافلعنة الفاسق لیست ماموربها'' (منہاج السنۃ ج۲ص ۲۵۱) کیونکہ وہ (حجاج) یزید سے زیادہ ظالم ہے اور اس پر لوگوں کا اتفاق ہے اور باوجود اس کے یزید اور اس جیسے بادشاہوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ فاسق ہیں مگر فاسق متعین پر لعنت کرنے کا حکم نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ تو یزید کی طرف واقعہ حرہ میں امور منکرہ کو منسوب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا، اور اس پر وہ عذاب کی وعید سنا رہے ہیں جس میں اہل مدینہ کے ساتھ قتال کرنے پر عذاب اور لعنت کی گئی ہے اور "مع انه كان فيه من الظلم" کہہ کر اس کا ظالم ہونا بتلا رہے ہیں مگر بندیالوی صاحب اس واقعہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"آج یزید کو مطعون کرنے کے لیے واقعہ حرہ کا رونا سب سے رویا جاتا ہے، اس واقعہ کو بنیاد بنا کر جہان کے جھوٹ کے پلندے منبر و محراب کی زینت بنتے ہیں...... مسند نبوی کے وارث موضوع، من گھڑت اور شیعہ راویوں کی حکایات خوف خدا سے عاری ہو کر بے دھڑک عوام کے سامنے بیان کرتے ہیں اور اس واقعہ کا ذمہ دار یزید کو ٹھہرا کر تبرا اور نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے"۔

ص ۱۹ پر حضرت زین العابدین کی مسلم بن عقبہ سالار لشکر یزید سے ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "سیدنا حسین کے حق گو فرزند کی دعا نے ثابت کر دیا کہ واقعہ حرہ میں تمام تر قصور اور غلطی ان لوگوں کی تھی جو بغاوت پر آمادہ ہوئے، لشکر یزید (جس کی قیادت صحابی رسول کر رہے تھے) نے تو بغاوت کو کچلنے کے لیے کارروائی کی تھی...... آوازِ دو انصاف کو...... اور دست بستہ سوال کرو ارباب حل و عقد سے کہ مسلمانوں کی متفقہ حکومت کے خلاف چند لوگ بغاوت کو کچلنے کے لیے مناسب کارروائی کریں تو قصور کس کا ہوگا؟ باغیوں کا یا حکمران وقت کا؟"۔

ص ۲۰ پر بندیالوی صاحب نے اس واقعہ کو بغاوت قرار دے کر یزید کا مقابلہ کرنے والوں کو بغاوت کی سزا کا مستحق قرار دیا ہے "کما مر" حالانکہ واقعہ حرہ کا سبب یزید کا فسق و فجور اور اس کی بداعمالیاں بنی ہیں اور مقابلہ کرنے والے دینی غیرت و حمیت میں مقابلہ کے لیے نکلے تھے یہی حال حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے اقدام مقابلہ یزید تھا قصور مقابلہ میں نکلنے والوں کا بتلایا ہے کہ انہوں نے یزید کے ظلم و فسق کے خلاف

جذبہ دینی کے تحت اپنی دینی بصیرت کی بنا پر کیا تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

"قسم خرجوا غضباً للدین من جور الولاۃ وترک عملھم بالسنۃ النبویۃ فھؤلاء اھل الحق ومنھم الحسین بن علی واھل المدینۃ فی الحرۃ والقراء الذین خرجوا علی الحجاج" (ج ۱۲ ص ۲۴۰)

ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام ظلم وستم اور سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی غیرت وحمیت میں نکلے، یہ سب اہل حق ہیں اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور اہل مدینہ جنہوں نے مقام حرہ میں مقابلہ کیا اور وہ تمام علماء جو حجاج کے خلاف نکلے سب کا شمار ان ہی اہل حق میں ہے"۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف یزید کا جنگ کرنا:

شرعی نقطہ نظر سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اصحاب حرہ، عبداللہ بن الزبیر اور حجاج کا مقابلہ کرنے والوں سے یزید وحجاج کا جنگ کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں "جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ جو ظالم ہو اور اس شخص کے جان یا مال یا اہل وعیال پر تغلب کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے قتال حلال نہیں" اور امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے (جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں) فرمایا کہ "اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتل وقتال نہ کرو الخ"۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر آگے فرماتے ہیں:

"وعلیٰ ذٰلک یحمل ماوقع للحسین بن علی ثم لاھل المدینۃ ثم لعبداللہ بن الزبیر ثم للقراء الذین خرجوا علی الحجاج" (ج ۱۲ ص ۲۵۳)

اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا اور پھر مقام حرہ میں اہل مدینہ کے ساتھ پھر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج کا مقابلہ کیا تھا کہ سب حضرات سے قتال جائز نہیں تھا۔

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کی روشنی میں صاف طور پر فرما رہے ہیں کہ ظالم حکمران کی مخالفت کرنے والوں سے قتال جائز نہیں ہے اور واقعہ حرہ وغیرہ میں یزید کی جو مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے کی تھی وہ اس کے ظالم و فاسق ہونے کی وجہ سے ہی کی تھی۔ اس کے ان مخالفت کرنے والوں کے خلاف یزید کا جنگ کرنا ہی جائز نہ تھا، مگر بندیالوی صاحب نے الٹی بات کردی کہ ان مخالفت کرنے والوں کو مخالفت کرنی جائز نہیں تھی وہ بغاوت تھی۔

ع ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

اصل میں حدیث پڑھانے والوں کو شروحات کے دیکھنے اور پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے محض اخباری اور تاریخی بیانات پر اعتماد کرنے والوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس جگہ مولانا محمد حسین نیلوی صاحب سے تعجب ہے کہ انہوں نے بھی اس پر گرفت نہیں کی، کیا وہ بھی ''بخاری شریف'' کی شروحات سے خود کو مستغنی سمجھتے ہیں؟ اور کیا مولانا بھی شہداءِ حرہ کو باغی سمجھتے ہیں؟۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر خلفیہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کو عزل کردینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مفاسد مصالح سے زائد نہ ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے، وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسے محسوس نہیں کیا اور سبھوں نے خلع کیا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ حرہ نمودار

ہوا جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی، کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں کہا جائے گا؟ الخ“ (مکتوبات ج ا ص ۳۸۷)

حضرت مدنی رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ ”سبھوں نے خلع کیا الخ“۔ اور مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کی اکثریت نے جس میں عبداللہ بن حنظلہ، عبداللہ بن مطیع وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین حضرات موجود تھے یزید کی بیعت توڑ دلانے کا اعلان کرایا جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ پیش آیا چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”فخرج اهل المدينة مجموع كثيرة وهيئة لم ير مثلها“ (البداية والنهاية ج ۸ ص ۲۲۲) یزیدی لشکر کے مقابلہ میں اہل مدینہ کثیر جماعتیں لے کر نکلے کہ کبھی اس طرح کی صورت دیکھی نہ گئی تھی۔

مگر بندیالوی صاحب لکھ رہے ہیں ”مسلمانوں کی متفقہ حکومت کے خلاف چند لوگ بغاوت کو کچلنے کے لیے الخ“۔

کیا یہ چند لوگ تھے؟ حقائق کو کس طرح توڑا مروڑا جارہا ہے، ناظرین غور کریں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جنہوں نے یزید کی ولی عہدی سے لے کر کبھی اس کی بیعت نہیں کی کیا اہل حل وعقد میں سے نہیں تھے؟ ان کے بغیر یزید کی حکومت مسلمانوں کی متفقہ حکومت کیسے بن گئی؟

یزید کی ظالمانہ وسفاکانہ کاروائی:

”البدایۃ“ ج ۸ ص ۲۳۰ میں ہے کہ مسلمؒ بن عقبہ نے تین دن قتل عام کا حکم یزید کے حکم کی بنا پر کیا تھا، کیا چند لوگوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے تین دن قتل عام کا حکم کسی سمجھدار آدمی کی سمجھ میں آتا ہے؟ جبکہ بنوامیہ کے ایک ہزار آدمی بھی اہل مدینہ نے شہر سے نکال دیے ہوں تو کیا یہ چند لوگوں کی کاروائی تھی؟ کیا اس ظالمانہ اور سفاکانہ کاروائی کا کوئی جواز تھا اور کیا چند لوگوں کی بغاوت کی یہ سزا تمام اہل مدینہ کو دی گئی تھی جن میں تابعین کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت بھی شامل تھی؟ چنانچہ ”البدایۃ“ میں ہے:

"وابـاح مسـلـم بـن عـقبة المدينة ثلاثة ايام يقتلون من وجدوا من الناس ويأخذون اموال"۔

اور مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا جن لوگوں کو پاتے تھے قتل کر دیتے تھے اوران کے اموال لوٹ لیتے تھے۔"وقتل خلفاء من اشرافها وقرائها وانتهب اموالاً كثيرة فيها ووقع شر عظيم وفساد عريض الخ" (البدایہ ص ۲۲۱)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"وابـاح مسـلـم بـن عـقبة المدينة ثلاثاً فقتل جماعة صبرا منهم معقل بن سنان، ومحمد بن ابی الجهم بن حذيفة، ويزيد بن عبدالله بن زمعة الخ "(فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۰۳) مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے مدینہ کو مباح قرار دے دیا اور ایک جماعت کو صبراً قتل کیا جن میں سے معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ بھی ہیں۔

صبراً مقتول وہ حضرات ہیں جن کو گرفتار کیا گیا اور بیعت نہ کرنے پر ان کو قتل کر دیا گیا، ان میں معقل بن سنان صحابی رسول رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اپنی قوم کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔(الاصابۃ ج ۳ ص ۴۴۶)

لشکر یزید کے قائد صحابی رسول نہ تھے:

یہ بھی غلط ہے کہ لشکر یزید کی قیادت صحابی رسول کر رہے تھے مسلم بن عقبہ ہرگز صحابی نہیں تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی نصیب نہیں ہوئی ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۹۴ قسم ثالث میں لکھا ہے اور قسم ثالث میں ایسے لوگوں کا ترجمہ لکھا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا ہے لیکن زیارت نصیب نہیں ہوئی حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور جنگ حرہ میں اہل مدینہ کے قائدین میں وہ انصار کے قائد تھے اور حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ (جو بنی عدی میں سے

تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قبیلہ میں سے تھے) قریش کے قائد تھے ان دونوں کے صحابیت کے ثبوت کے لیے ''اکمال فی اسماء الرجال'' اور ''تہذیب التہذیب'' وغیرہ کتب ملاحظہ ہوں۔

بندیالوی صاحب کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باغی قرار دینا:

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ عبداللہ بن حنظلہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں یزید اور اس کے کمانڈو مسلم جس کو تاریخ میں مسرف یا مجرم اس کے اعمال بد کی وجہ سے جو اس نے اہل مدینہ کے ساتھ روا رکھے کہا جاتا ہے، کی حمایت بندیالوی کرر ہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو باغی قرار دے رہے ہیں۔ اب بندیالوی سے تو انصاف کی امید نہیں ہے آپ ہی انصاف کو آواز دے کر انصاف فرمائیں کہ کیا ''دفاع صحابہ'' اسی کا نام ہے۔

منقبت یزید ثابت کرنے کی ناکام کوشش:

باقی رہی یہ بات کہ حضرت زین العابدین نے یزید کو صلی اللہ امیر المؤمنین کہہ کر دعا دی تھی (طبقات ابن سعد) اور اس کا ترجمہ بندیالوی صاحب نے یہ کیا، اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو اپنی رحمت میں ڈھانپے حالانکہ طبقات ابن سعد مترجم ج ۵ ص ۲۲۰ میں اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو صلہ دے'' یہ مسرف نے کہا تھا کہ امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے تو اس پر آپ نے ''ہل جزاء الاحسان الا الاحسان'' کے طور پر یہ کہا تھا جس کا ترجمہ بندیالوی نے غلط کیا، اس کے علاوہ اس کا پہلا راوی محمد بن عمر واقدی ہیں جو مشہور ضعیف الروایت ہیں، دوسرا ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ ہے جو وضع احادیث میں متہم ہے، یزید کی منقبت ایسے ہی ناقابل اعتبار اور متہم بالوضع لوگوں سے ہی ثابت کی جاسکتی ہے جس کا نام آج کل ریسرچ رکھا ہوا ہے اور اتنی بات جو حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے حق میں کہی ہے اگر کسی کافر کے حق میں بھی کہی جائے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے، اس کہنے سے یزید کا واقعہ حرہ سے بری

الذمہ ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟

اب ناظرین غور کے بعد انصاف فرمائیں کہ بندیالوی صاحب نے یہ جولکھا ہے کہ ''یزید کے دور میں جتنے اصحاب رسول زندہ تھے ان میں سے کسی ایک نے بھی یزید کے خلاف خروج کیا؟'' الخ (ص ۲۱) کیا واقعہ حرہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کے خلاف خروج اور خلع نہیں کیا؟ اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تابعین کا مجمع کثیر نہیں تھا؟ حافظ ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے ترغیب دے کر روانہ کیا تھا وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں ''قلت هذا يدل على تصويب عبدالله بن عمرو للحسين فى مسيره وهو رأى ابن الزبير وجماعة من الصحابة شهدوا الحرة'' (ج ۳ ص ۱۵۷)

یہ واقعہ اس بات کو بتلاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ کی مہم پر جانے کو صحیح سمجھتے تھے اور یہی رائے عبداللہ بن زبیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی تھی جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے۔ بلکہ کربلا میں صحابی رسول انس بن الحارث رضی اللہ عنہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ شہید ہوئے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی تھی۔ (تاریخ کبیر امام بخاری ج ۱، ص ۳۰، یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں)

بندیالوی صاحب کا امام احمد رحمہ اللہ پر الزام:

بندیالوی صاحب کا یہ لکھنا کہ ''امام احمد نے کتاب الزہد میں امیر یزید کا تذکرہ زمرہ تابعین میں سب سے پہلے کیا ہے'' (ص ۲۱) بالکل غلط ہے یہ امیر یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ یزید بن معاویہ نخعی کوفی ہیں جو مشہور زاہد و عابد گزرے ہیں ان کا تذکرہ ''تہذیب التہذیب'' وغیرہ کتب رجال میں مذکور ہے۔

''میزان الاعتدال'' میں یزید کے بارہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل

کیا گیا ہے:

”لاینبغی ان یروی عنه“ اس سے روایت نہیں کرنی چاہیے۔

اور حافظ ابن حجر نے ”تعجیل المنفعة“ میں فرمایا ہے:

”ولم یقع له فی المسند روایة وانما له مجرد ذکر“ مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں صرف اس کا ذکر آیا ہے۔

اور ”تہذیب التہذیب“ میں بھی تصریح کر دی ہے: ”ولیست له روایة تعتمد“ اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل اعتماد ہو۔

”لسان المیزان“ میں ہے: ”مقدوح فی عدالته ولیس باهل ان یروی عنه وقال احمد لاینبغی ان یروی عنه، انتهی. وقد وجدت له روایة فی مراسیل ابی داود ونبهت علیها فی النکت علی الاطراف“ اس کی روایت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل نہیں ہے کہ اس کی کوئی روایت لی جائے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ کرنی چاہیے (یہاں میزان الاعتدال کی عبارت تمام ہوئی) مجھے اس کی ایک روایت مراسیل ابی داؤد میں ملی ہے جس پر میں نے ”النکت علی الاطراف“ میں تنبیہ کر دی ہے۔ (لسان المیزان ج:٦، ترجمۃ یزید بن معاویۃ)

یزید کے متعلق ائمہ اربعہ کا مسلک:

بندیالوی نے لکھا ہے: ”اہل سنت کے چار مشہور و معروف ائمہ میں سے کسی ایک امام نے یزید کے کفر کا فتویٰ دیا؟ یا اسے فاسق و فاجر کہا؟ یا اس پر لعنت کے جواز کا قائل ہوا“ (ص ۲۱) انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب باتیں ہوئیں مگر انصاف و فہم درکار ہے۔

علامہ دمیری ”حیاۃ الحیوان“ میں لکھتے ہیں اس سے یزید کے بارہ میں ائمہ اربعہ کا مسلک واضح ہوتا ہے۔

سئل الکیا الهرسی الفقیه الشافعی عن یزید بن معاویة هو من

الصحابة ام لا؟ وهل يجوز لعن ام لا فاجاب انه لم يكن من الصحابة لانه ولد فی ایام عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه واما قول السلف ففيه لكل واحد من ابی حنیفة ومالك واحمد قولان تصريح وتلويح ولنا قول واحد التصريح دون التلويح وكيف لا يكون كذلك وهو المتصيد بالفهد واللاعب بالنرد ومدمن الخمر (ج ۲ ص ۱۹۵)

الکیاالہراسی جو کہ شافعی فقیہ ہے سے یہ پوچھا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کولعن طعن کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ صحابی نہیں ہے، کیونکہ وہ دور عثمان میں پیدا ہوا اور سلف میں سے ابوحنیفہ احمد اور مالک رحمہم اللہ کے اس بارہ میں دو قول ہیں ۔ایک میں تصریح ہے اور ایک میں تلویح ہے اور ہمارے لیے تو تصریح کا ہی ایک قول ہے ۔اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ شیر کا شکار کرنے والا اور نرد کھیلنے والا اور دائمی شرابی تھا۔

ایک پرانا اعتراض:

بندیالوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

”آخری دو حوالوں کو ایک بار پھر پڑھیے ملا علی قاری اور سید سلیمان ندوی نے اسلام کے خلفاء شمار کیے تھے تو چھٹے نمبر پر یزید کو شمار کیا.....“ (ص ۲۴)

یہ پرانا اعتراض شیعوں کا اہل سنت پر چلا آ رہا ہے کہ یزید فاسق تھا پھر اس کو بارہ خلفاء میں کیوں شمار کیا مگر اب حامیان یزید یہ کہنے لگے ہیں کہ یزید کو امیر المؤمنین بعض اکابر نے بھی کہا ہے بارہ خلفاء میں شمار کیا ہے اگر وہ فاسق ہوتا تو یہ حضرات اس کے لیے امیر المؤمنین کا لقب کیوں استعمال کرتے؟ اور اس کو بارہ خلفاء میں شمار کیوں کرتے؟ حالانکہ اس وقت سربراہ مملکت اسلامیہ کو خلیفہ یا امیر المؤمنین کے الفاظ سے ہی مخاطب کیا جاتا تھا خواہ صالح ہوتا یا فاسق وفاجر۔

علامہ ابن تیمیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں ”اگر یزید کی امامت کے

اعتقاد سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین میں سے ہے مثل ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے تو یہ علماء مسلمین میں سے کسی کا بھی عقیدہ نہیں ہے...... بلکہ اہل سنت کی کتب سنن کی حدیث کے تحت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہو جائے گی اور یزید کی امامت سے مراد یہ اعتقاد ہے کہ وہ جمہور مسلمین کا ان کے زمانہ میں بادشاہ اور خلیفہ اور صاحب سیف تھا جیسا کہ اس جیسے دوسرے خلفاء ہوئے ہیں بنو امیہ اور بنو عباس میں سے" (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۰)

یزید کو امیر المومنین کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صالح اور عادل تھا چنانچہ "شرح فقہ اکبر" میں علامہ علی قاری نے بارہ خلفاء کی پیشگوئی کے تحت یزید کا نام بھی پیش کیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک یزید ظالم و فاسق تھا جیسا کہ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" کے اوپر کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

"یزید بن معاویه خود ازیں میاں ساقط است عدم استقراء مدت معتد بها و سوء سیرت او" (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۴۱)

اور یزید بن معاویہ ان بارہ خلفاء کے درمیان سے ساقط ہے بوجہ اس کے کہ معتد بہ مدت اس کی سلطنت مضبوط نہیں ہوئی اور اس وجہ سے بھی کہ وہ بری سیرت رکھتا تھا۔

حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ:

ایک دو حوالے غور سے پڑھ لیے جائیں تو یزید کے بارہ میں فیصلہ آسان ہو جائے گا۔ ومن امن باللہ والیوم الآخر لا یختار ان یکون مع یزید ولا مع امثالہ من الملوك الذین لیسوا بعادلین (فتاویٰ ج ۴ ص ۴۸۴)

اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔

یزید کا عقیدہ اور عمل دونوں خراب تھے:

مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین الذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں فرماتے ہیں:

''یزید بن معاویة کان ناصبیاً، فظاً غلیظاً، جلفاً یتناول المسکر یفعل المنکر افتتح دولته بقتل الشهید الحسین رضی الله عنه واختتمها بوقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارك فی عمره وخرج علیه غیر واحد بعد الحسین کاهل المدینة لله'' (الروض الباسم ج ۲ ص ۳۶)

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ ناصبی تھا، سنگدل بدزبان غلیظ جفا کارے نوش، بدکار اس نے اپنی حکومت کا افتتاح حسین رضی اللہ عنہ شہید کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ کے قتل عام پر اس لیے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوسکی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف بغض للہ فی اللہ خروج کیا۔

جیسا کہ حضرت علامہ ذہبی تو یزید کے خلاف مقابلہ کرنے والے اہل مدینہ کو للہ فی اللہ خروج کرنے والے لکھتے ہیں اور اس کی مثال میں اہل مدینہ کے مقابلہ کو پیش کررہے ہیں، مگر بندیالوی ان کے خروج کو بغاوت، مستوجب تعزیر بغاوت لکھتے ہیں۔

یزید جس کے عقائد اور اعمال دونوں خراب تھے ایسے شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اس کے گن گانا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟ حضرت ابن تیمیہ کا فتویٰ اوپر گزرا کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص یزید کے ساتھ اپنا حشر پسند نہیں کرے گا۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالۂ ذیل کو ایک بار غور سے پڑھیے وہ اول تو لکھتے ہیں:

''یزید کی تخت نشینی کی بلاء اسلام پر'' پھر اس کے تحت لکھتے ہیں ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کے بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار ونکبت کی اولین شب ہے'' الخ (سیرت النبی ج ۳ ص ۷۰۹)

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیق یزید کے بارہ میں آپ نے سن لی اور خلفاء میں نام لکھنے کی وجہ اوپر معلوم ہو چکی۔

بندیالوی کا یزید کی منقبت کرنا:

بندیالوی صاحب کی کتاب میں مستقل عنوان ''کیا یزید واقعی فاسق وفاجر تھا'' بڑی مرکزیت کا حامل ہے اور اس کے تحت بندیالوی نے یزید کی صفائی اور تعریف وتوصیف میں بڑا زور لگایا ہے اور ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کے خیال میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفاع نہیں ہوسکتا تھا اور ایک فاسق وفاجر کو ولی عہد بنانے کے الزام سے وہ بری نہیں قرار دیے جاسکتے تھے، پھر نہ معلوم بندیالوی کو کس چیز نے مرعوب کیا ہوا ہے جو کھل کر یزید کی صفائی پیش کرنے اور اس کو اپنی تصنیف کا مرکزی عنوان بنانے سے گریز کررہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ''میری تصنیف کا مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا یا تعریف وتوصیف کرنا نہیں تھا''۔

کیوں نہیں؟ کیا آپ کا مرکزی عنوان دفاع صحابہ نہیں ہے؟ اور یزید کی صفائی اور تعریف وتوصیف کے بغیر یہ عنوان نامکمل رہتا ہے تو پھر آپ اس کو مرکزی عنوان بنانے سے کیوں کتراتے اور گریز کررہے ہیں، کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے نزدیک صحابی نہیں ہیں؟ یا ان کا دفاع ضروری نہیں ہے؟ یا آپ بھی ''شیعہ پروپیگنڈے'' سے متاثر اور عوامی دباؤ سے خوف زدہ ہیں، اس لیے یزید کی صفائی اور تعریف وتوصیف کا حوالہ مرکزی عنوان بنا کر نہیں ہورہا اور اس کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ تذکرہ تو ضمناً آگیا اور مخالفین نے آسمان سر پر اٹھالیا (ص ۱۸)

اب ناظرین اس ضمناً تذکرہ کی حقیقت معلوم کریں اول تو ساری کتاب ہی یزید کے مناقب وفضائل اور تعریف وتوصیف میں بھری پڑی ہے کہ اس کے صاحب مناقب وفضائل ثابت کیے بغیر اور اس کی تعریف وتوصیف کے بغیر ان کے نزدیک ان کا بنیادی مقصد دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حاصل نہیں ہوسکتا، دوسرے کیا یزید واقعی فاسق

وفاجر تھا کے تحت توصفحات یزید کی صفائی اورتعریف وتوصیف اوراس کے دفاع میں بھردیے کیا اس کو "ضمناً تذکرہ آ گیا تھا" کا نام دیا جاسکتا ہے؟۔

ہماری گذشتہ تحریر سے واضح ہوگیا کہ ابن خلدون وغیرہ محققین کی تحقیق کے مطابق جب یزید کا فسق ظاہر ہوا تو اس کا مقابلہ کیا گیا اورحضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی وجہ بھی یزید کا فسق ہی تھا۔

بندیالوی صاحب کی دروغ بیانی:

اب رہا بندیالوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ "حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کا ایک ارشاد بھی ایسا نہیں ہے جس میں یزید کو فاسق وفاجر کہا گیا ہو" (ص ۸۹)

اس کے بارہ میں گذارش ہے کہ ابن خلدون حصہ دوم ص ۱۳۶ میں ہے "۶۳ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبداللہ بن حنظلہ، وعبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ مخذومی ومنذر بن زبیر وغیرہ شرکاء مدینہ تھے شام کو روانہ کیا، جب عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو اہل مدینہ ملنے کو حاضر ہوئے اورحال دریافت کیا، عبداللہ نے جواب دیا کہ ہم ایسے نااہل کی طرف سے آئے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے اورنہ کوئی مذہب، شراب پیتا ہے، راگ سنتا ہے، واللہ اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا......اہل مدینہ یہ سن کر یزید سے اورمتنفر ہوگئے، عبداللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی، لوگوں نے بہ کمال خوشی ورغبت منظور کیا۔(خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۵۴۷)

اورطبقات ابن سعد حصہ دوم ص ۸۴ پر بھی شراب پینے کا تذکرہ عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما نے کیا ہے حتی کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی یزید کے شراب پینے کا الزام لگایا ہے (انساب الاشراف ج ۴ ص ۲۳)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اوراہل مدینہ کے وفد جس کے قائد عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما جیسے زاہد اورمتقی صحابی تھے علی الاعلان یزید کو شراب پینے والا کہہ رہے ہیں، اوراہل مدینہ کھلم کھلا یزید کو شرابی قرار دے کر اس کی بیعت توڑنے کا منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اعلان

کر رہے ہیں (البدایہ والنہایہ ص ۲۱۸) پھر نہ معلوم بندیالوی نے یزید کے فاسق وفاجر ہونے کے بارہ میں کسی صحابی کے ایک ارشاد کا ہی کیوں انکار کر رہے ہیں اور یزید کی صفائی دے رہے ہیں، کیا ان کے نزدیک عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم صحابی نہیں ہیں؟۔

بندیالوی صاحب کی حمایت یزید اور اصول کی نظر اندازی:

باقی رہا محمد بن علی (حنفیہ) کی صفائی کا قول نقل کرنے کے بعد بندیالوی صاحب کا یہ لکھنا کہ محمد بن علی کے بیان کے سامنے بعد میں آنے والوں کی سنی سنائی اور بنی بنائی جھوٹی باتیں قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتیں (ص ۹۴) اس پر ناظرین غور کریں کہ یزید کی حمایت میں بندیالوی صحیح اصولوں کو کس طرح پائمال کر رہے ہیں

(الف) عبداللہ بن زبیر و عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابی ہیں اور محمد بن علی صحابی نہیں صرف تابعی ہیں اور ''الصحابة کلهم عدول'' کے مسلمہ اصول کو چھوڑ کر بندیالوی ان صحابہ کو مجروح اور نا قابل قبول قرار دے رہا ہے، کیا دفاع صحابہ اسی کا نام ہے؟

(ب) دوسرے عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کے وفد کی یزید کے بارہ میں باتیں سنی سنائی نہیں وہ خود یزید کے پاس رہے تھے اور اس کے حال کی تفتیش کے لیے ہی گئے تھے اور اصول حدیث کا مسلمہ اصول ہے ''الجرح مقدم علی التعدیل'' مگر بندیالوی اس اصول کے صراحۃً خلاف کر رہا ہے۔

(ج) تیسرے یہ کہ اگر محمد بن علی اور ان اصحاب کرام کے اقوال میں تعارض ہو تو ترجیح کے لیے ان قواعد کی ضرورت ہے اور ان پر عمل کرتے ہوئے یزید کو مجروح قرار دیا جائے گا، وگرنہ ایک صورت تطبیق کی بھی ہے کہ دونوں اپنے اپنے علم کے مطابق بیان کر رہے ہیں ممکن ہے کہ پہلے یزید کا حال کچھ اور تھا اور پھر کچھ اور ہو گیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے گرامی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ''بے شک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے

یزیداپنے خاندان کے نیکوکاروں میں سے ہیں" کا جواب بھی اگر یہ صحیح سند سے ثابت ہو اسی سے ہوگیا کہ یہ پہلے کی رائے ہے آخری رائے ان کی اس خط سے معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے واقعہ حرہ کے بعد یزید کو لکھا ہے کہ "یہ سب کچھ تو نے خدارسول اوران اہل بیت کی عداوت میں کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک صاف کردیا تھا، تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے، اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے" (الکامل ص ۴۹)

امارت حج وجہاد اور امامت سے یزید کی عدالت ثابت کرنا:

اب رہا معاملہ یزید کی امارت میں حج اور جہاد کا ادا کرنا اور اس کا جنازہ پڑھانا (ص ۹۴) جس کو یزید کی عدالت ثابت کرنے کے لیے بندیالوی نے بڑے زور شور سے پیش کیا ہے، لکھا ہے:

"یزید اگر فاسق وفاجر ہوتا تو ۵۱، ۵۲، ۵۳ھ میں مسلسل تین سال سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہزاروں تابعین رحمہم اللہ اور خاص کر کے حضرت سیدنا...... رضی اللہ عنہ اس کی امارت میں فریضہ حج ادا نہ کرتے"۔

"یزید اگر فاسق وفاجر ہوتا تو جہاد قسطنطنیہ میں سینکڑوں اصحاب پیغمبر اور ہزاروں تابعین اس کی قیادت وامارت اور سپہ سالاری میں جہاد کے لیے نہ جاتے اور اس کی امامت میں نمازیں ادا نہ کرتے"۔

"یزید اگر فاسق وفاجر ہوتا تو میزبان رسول حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے لیے جید صحابہ کرام اسے اپنا امام نہ بناتے"۔

ناظرین! آپ دیکھ رہے ہیں یہ ہیں وہ بندیالوی صاحب جنہوں نے لکھا تھا کہ "میری تصنیف کا مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا یا تعریف وتوصیف کرنا نہیں تھا" اگر مرکزی عنوان یزید کی صفائی پیش کرنا ہوتا تو نہ معلوم پھر اس سے زائد وہ کون سے دلائل صفائی میں پیش کیے جاتے جن کے پیش کرنے کی حسرت بندیالوی کے دل میں رہ گئی۔

بندیالوی صاحب کا مذہب اہل سنت والجماعت کو چھوڑنا:

نماز کی امامت کے لیے اگر چہ امام کا صالح اور نیک ہونا بہتر ہے لیکن فاسق کے پیچھے بھی نماز ہو جاتی ہے اور اس کو مذہب اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شمار کیا گیا ہے، ''شرح فقہ اکبر'' میں ہے:

''ونصلی خلف کل برو فاجر '' (ص ۹۲) اور مذہب اہل سنت والجماعت میں یہ بھی ہے کہ ہم ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ عقائد اہل سنت والجماعت میں لکھتے ہیں:

''ونری الصلوۃ خلف کل بر و فاجر من اهل القبلة وعلی من مات منهم '' نیک ہو یا بد ہم اہل قبلہ کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کا جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں (عقیدہ طحاویہ)

امام ابوبکر الجصاص الحنفی المتوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

''فان قيل هل يجوز الجهاد مع الفساق ؟ قيل له :ان كل احد من المجاهدين فانما يقوم بفرض نفسه فجائز له ان يجاهد الكفار وان كان امير الجيش وجنوده فساقا وقد كان اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم يغزون بعد الخلفاء الاربعة مع الامراء الفساق وغزا ابو ايوب الانصاری مع اليزيد اللعين '' (ج ۳ ص ۲۱۹)

اگر یہ کہا جائے کہ کیا فساق کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہدین میں سے جو بھی اپنی طرف سے جہاد کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ کفار سے جہاد کرنا جائز ہے اگر چہ امیر لشکر اور اہل لشکر فاسق ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب خلفائے اربعہ کے بعد فاسق امیروں کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید لعین کے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔

یہ ہے احادیث کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا مسلک یعنی فاسق

وفاجرامام وحاکم کی بھی اقتدا جائز ہے اوراس کی قیادت میں کفار سے جہاد بھی جائز ہے، لہٰذا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی اقتدا میں نمازیں پڑھی ہیں اور جہاد کیا ہے تو یہ اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ یزید صالح وعادل تھا، امام ابوبکر جصاص نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یزید کے ساتھ جہاد کرنے کی نظیر ومثال کا ذکر کیا ہے کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم امراء فساق کے ساتھ ہوکر جہاد کرتے تھے مگر اس سے ان کے فسق کی نفی نہیں ہوتی لیکن بندیالوی کو اس کی خبر نہیں ہے اور نہ ہی وہ اپنے استادوں سے پوچھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی بیعت کی حقیقت:

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت کرنا اور اپنے خاندان کے لوگوں کو اس کی بیعت کے توڑنے سے روکنا اس کے عادل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بندیالوی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ”ہم نے بخوشی ورضا بیعت کرلی ہے، میرے خاندان میں سے جو یزید کی بیعت توڑے گا میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا“ (ص ۹۱) اور لکھا ہے ”یزید اگر فاسق وفاجر ہوتا تو سینکڑوں اصحاب رسول اورام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی بیعت کبھی نہ کرتے“ (ص ۹۳)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کرلی یا جن صحابہ نے مخالفت نہیں کی اور بے تعلق ہوکر گوشہ نشین ہوگئے تھے ان کے پیش نظر وہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھیں جن میں تصریح ہے کہ خواہ حبشی غلام گنجا بھی حکمران ہوجائے اور خواہ تم امیر میں برائی بھی دیکھو تو جب تک اس سے کفر بواح سرزد نہ ہو اس کی اطاعت کرتے رہو اور اس کی بیعت نہ توڑو امام اعظم اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما نے بھی ان احادیث سے مسلک عدم خروج ہی سمجھا ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یزید کی بیعت یا عدم خروج کا مسلک ان ہی احادیث کے تحت اختیار فرمایا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت یا عدم مخالفت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یزید ضرور صالح وعادل تھا بالکل غلط ہے کیونکہ یہ دور فتنہ کا تھا اور اس کے احکام جدا ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ اس مسلک کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کان المشهور من مذهب اهل السنة انهم لایرون الخروج علی الائمة وقتالهم بالسیف وان کان فیهم ظلم کمادلت الاحادیث الصحیحة المستفیضة عن النبی صلی الله علیه وسلم لان الفساد فی القتال والفتنة اعظم من الفساد والحاصل بظلمهم دون القتال'' (منہاج السنہ ص ۸۷)

اہل سنت کے مسلک میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ حاکمان وقت کے خلاف خروج کرنے اوران کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں اوراس پر نبی کریم ﷺ سے احادیث مستفیضہ (مشہورہ) دلالت کرتی ہیں کیونکہ حاکمان وقت سے جنگ وجدال کرنے کا فساداورفتنہ اس فساد سے کہیں بڑھ کر ہے جو بغیر قتال کے ان کے ظلم کی وجہ سے پیدا ہوا۔

دور فتنہ کے بارہ میں احادیث:

''صحیح بخاری'' میں آنحضرت ﷺ کا صاف حکم بسند صحیح موجود ہے:

''عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان رأسه زبیبة'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حکم مانو اوراطاعت کرو اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر گنجا ہو حاکم مقرر ہو جائے۔ (کتاب الفتن باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة)

''صحیح مسلم'' میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہی ارشاد نبوی منقول ہے ''یعنی میرے خلیل نے مجھے وصیت فرمائی کہ حکم مانوں اوراطاعت کروں اگر وہ یعنی امیر حبشی غلام ہو جس کے سر پر بال نہ ہوں'' (ص ۳۱۴)

''دعانا النبی صلی الله علیه وسلم فبایعنا فقال فیما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع والطاعة فی نشطنا ومکرهنا وعسرنا ویسرنا واثرة علینا وان لاننازع الامر اهله الاان تروا کفرا بواحا عندکم من الله فیه

برھان‘‘ (صحیح بخاری ج ۲ کتاب الفتن)

ہمیں آنحضرت ﷺ نے طلب فرمایا اور ہم سے جن امور پر بیعت لی ان میں امیر کی بات سننا اور اس کی طاعت کرنا بھی تھا اگرچہ وہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند اس پر عمل مشکل ہو یا سہل اور اس کے لیے ہمیں کچھ قربانی ہی کیوں نہ کرنی پڑے اور یہ کہ حکومت کے بارہ میں ہم برسر اقتدار شخص سے جھگڑا نہ کریں جب تک کہ اس سے کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے، اور اللہ کی طرف سے اس بارہ میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔

دور یزید میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکثریت کا بے تعلق رہنا رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر مبنی تھا، اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کی ہے ان کے سامنے وہی احادیث تھیں جن میں ظالم و جابر امیر کی بھی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت و اطاعت کی اور طاقت سے اس کی مخالفت نہیں کی تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ ظالم جابر نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ظالم حکمرانوں کی بھی اطاعت اور صبر کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ یزید عادل تھا فاسق نہیں تھا، اور بندیالوی کا یہ لکھنا بھی لغو ہے کہ یزید اگر فاسق ہوتا تو سینکڑوں اصحاب رسول اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی بیعت کبھی نہ کرتے۔

دراصل بندیالوی احادیث صحیحہ کے مطالب اور اصول اہل سنت سے ناواقف ہے اس لیے وہ اپنی تحریر میں اکثر اہل سنت کے مسلک سے خروج کر جاتا ہے اور ایسی باتیں لکھ دیتا ہے جو اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہوتی ہیں جس کی ایک مثال یہ بھی ہے اور پہلے بھی اس کی مثال گزری ہے۔

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب:

تعجب بالائے تعجب مولانا محمد حسین نیلوی پر ہے کہ وہ مدرس ہونے کے

باوجود ایسی اصولی غلطیوں کی اصلاح نہیں کرتے اور نادانستہ اور غیر شعوری طور پر شیعیت کی تصدیق کر جاتے ہیں، انہوں نے کم از کم شرح عقائد اور اس کی شرح میں تو پڑھا ہوگا:

"ولا یشترط فی الامام ان یکون معصوماً ای معصوماً عن الذنوب خلافاً للشیعۃ" یہ تو شیعہ عقائد میں سے ہے کہ فاسق کی امامت صحیح نہیں ہے، اہل سنت کے یہاں یہ شرط نہیں کہ امام فاسق نہ ہو۔

وعند الحنفیۃ لیست العدالۃ شرطاً للصحۃ فیصح تقلید الفاسق الامام مع الکراھۃ۔ (نبراس ص ۳۱۸)

مولانا نیلوی کو تو اہل سنت و اہل تشیع کے مذہب میں امتیاز کرنا ضروری تھا ان کو تو یہ زیبا نہیں کہ وہ تشیع کے اصول کی تصدیق کرتے چلے جائیں، کتابیں پڑھنے پڑھانے والوں کو تو اس قدر غفلت اپنے مذہب اہل سنت سے نہیں ہونی چاہیے، مگر مولانا بغیر غور کیے ایسی ہی عامیانہ باتیں لکھ دیتے ہیں، مثلاً اپنی تقریظ میں لکھا ہے "احادیث میں صحابہ کرام کی اولاد کو جنتی کہا گیا ہے" حوالہ نہیں دیا گیا یہ تو شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اہل بیت کی اولاد سب جنتی ہے چاہے اعمال، عقائد کتنے ہی خراب ہوں، کیا یہ عقیدہ اہل تشیع کے عقیدہ کے موافق نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد جنتی ہے عقائد و اعمال کچھ بھی ہوں؟ اور لکھا ہے "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سوائے حضرت سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کسی نے اس کے خلاف تحریک نہ چلائی" نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ ان کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کی یزید کی خلاف تحریک کیوں نظر نہیں آئی؟ نیز عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما صحابی اور ان کے ہمراہ خلع بیعت کرنے والے کیوں نظر نہیں آرہے؟۔

ان سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو نظر انداز کر کے ہی تو آپ لوگ خود ہی شیعوں کو یہ کہنے کا موقع پیدا کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ ایسے وقت میں چپ بیٹھے رہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ شیعہ کی ہمنوائی کون کر رہا ہے؟ اور شیعہ کی زبان کس کے منہ

میں بول رہی ہے اور شیعہ کی ترجمانی کر رہی ہے؟

آپ لکھتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا ان پر جہنم حرام ہے" سنا ہے کہ آپ حدیث بھی پڑھاتے ہیں بلکہ "شیخ الحدیث" کہلاتے ہیں کیا اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ صحابی کا دیکھنے والا خواہ کچھ بھی کرے اس پر جہنم حرام ہے؟ ماشاء اللہ چشم بددور، پھر تو جس نے کسی صحابی کو دیکھا ہو اس کے بارہ میں یہ بات آپ کو تسلیم کر لینی چاہیے کہ جہنم اس پر حرام ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور بلوائیوں کا سرغنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کا قاتل ابن ملجم خارجی بھی اس حدیث کا مصداق ہوگا کیونکہ ان سب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارتیں کی ہیں۔

مولانا کی عادت معلوم ہوتی ہے کہ غیر تحقیقی بلکہ غیر متعلق امور کا ذکر حدیثوں کے تحت کر دیتے ہیں، آپ کی استدلالی حالت "تعلیم القرآن" میں بھی بہت ہی کمزور اور غیر متعلق ہوتی ہے، ان کی کتاب "شفاء الصدور" پر مولانا احمد حسین سجاد بخاری مرحوم نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مولانا نیلوی کے بعض استدلالات کا حال اس مثل کا مصداق ہے "ماروں گھٹنہ پھوٹے آنکھ" مطلب یہ ہے کہ بعض استدلال بے جوڑ ہوتے ہیں جیسے گھٹنے پر مارنے سے آنکھ کیسے پھوٹ گئی؟

البتہ ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک امیر کبیر کے دربار میں ایک شخص رکھا ہوا تھا وہ امیر صاحب کے ایسے ہی بے جوڑ کلام کو جوڑنے کی کوشش کرنے پر مأمور تھا اس کو اسی بات کی تنخواہ ملتی تھی ایک دن امیر صاحب نے اپنی ترنگ میں آکر مجلس میں اپنا کارنامہ بیان کیا کہ ہم نے ہرن کے گولی ماری تو سم توڑ ماتھا پھوڑ کر نکل گئی۔ سب درباری حیران ششدر تھے اس کلام خسروانہ کا نہ معلوم کیا مطلب ہے؟ سم اور ماتھے میں کیا جوڑ ہے سم پیروں میں ہوتا ہے ماتھا سر میں ہے پیر و سر میں کیا جوڑ ہے اور وہ گولی کیسی کلب معلم (سیکھے ہوئے کتے کی طرح) تھی کہ پیر پر لگ کر ماتھے پر بھی آ لگی۔

اتنے میں وہ مامور شخص بولا کہ جناب نے صحیح فرمایا، اس وقت وہ ہرن اپنے سم سے ماتھے کو کھجلا رہا تھا وہ گولی بیک وقت دونوں کو لگ گئی، اب ایسا ہی کوئی ذہین شخص مولانا نیلوی کی باتوں کی تصحیح پر مامور ہوتو وہ شاید ان کی تصحیح کرتا رہے اور اتفاقیات سے کلیات بناتا رہے۔ ہم تو سمجھتے تھے مولانا اب تجربہ کار اور پختہ کار ہو گئے ہیں اب وہ ایسی کچی باتیں نہیں کرتے ہوں گے مگر ان کی تو ''وہ چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی اب بھی ہے''۔

''شفاء الصدور'' کے سلسلہ میں مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم سے تحریری گفتگو ہوئی تھی مولانا مرحوم نے علمی استدلالی غلطیوں کے علاوہ عربی کی نحوی غلطیوں کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ مولانا کی عربیت بہت خام ہے وہ تحریریں محفوظ ہیں اور اہل علم کے دیکھنے کی چیز ہے۔

مولانا کے استدلال کی خامی دیکھیے، اس حدیث سے وہ شخص جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہو بغیر روک ٹوک کے جنتی بنادیا، اور یہ تأثر بھی دیا کہ گویا (شرح فقہ اکبر میں ص ۸۸) اس حدیث کی بنا پر ہی یزید کے ایمان کو ثابت کیا گیا ہے، حالانکہ ایمان یزید پر کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا، مگر مولانا لکھتے ہیں:

''اسی لیے علماء تحقیق تحریر کرتے ہیں ''ولا یخفیٰ ان ایمان یزید محقق'' (شرح فقہ اکبر ص ۸۸) ''ونسبۃ الکفر الیٰ یزید بن معاویۃ حرام'' (نزہۃ الخواطر ص ۵۱۴) اور ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کا بیٹا مؤمن ہی ہے'' (ص ۳)

اس استدلال میں غور کیا جائے کیا ''الصحابۃ کلھم عدول'' کی طرح کوئی کلیہ ''التابعی کلھم عدول'' کا بھی اصحاب اصول سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح ہر صحابی عادل ہے اسی طرح ہر تابعی بھی عادل ہے۔

بات فسق یزید کی چل رہی ہے اور بیچ میں مسئلہ لے آئے ایمان یزید کا کیا ایمان کے ساتھ فسق جمع نہیں ہو سکتا؟ کہیں خوارج کا مذہب تو اختیار نہیں کر لیا؟

کہ فسق کے ساتھ ایمان جمع نہیں ہو سکتا۔

اصل میں ضرورت ہے کسی ''پختہ کار'' کے غلام بننے کی اور اس کی خدمت میں رہنے کی اور ''تو غلامے پختہ کارے شو'' پر عمل کرنے کی مگر مولانا کی حالت تو ایسی ہی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے ''مزاج تو از حال طفلی نہ گشت'' کے مصداق ہوں، انہوں نے ایسی ہی طفلانہ اور خام باتیں اپنی تقریظ میں لکھ دی ہیں مثلاً لکھا ہے کہ ''بلکہ شیر خوار بچوں اور عورتوں کو لے کر جا رہے ہیں کہاں؟ کوفہ میں کیوں حکومت وقت سے ٹکر لیتے ہو...... بھلا شیر خوار بچے اور عورتیں کیا جہاد کریں گی الخ۔ (ص ۵)

ناظرین غور کریں کیا یہ طفلانہ باتیں نہیں ہیں؟ کوفہ میں جانا وہاں کے لوگوں کی دعوت پر تھا اور حکومت وقت سے ٹکر لینے کے لیے مقام اور قلعہ بنانے کی غرض سے تھا نہ کہ شیر خوار بچوں اور عورتوں کو جہاد میں شرکت کے لیے لے جا رہے تھے ایسی بات کوئی شیر خوار بچہ ہی سوچ سکتا ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں ''عورتیں کیا جہاد کریں گی جبکہ حضور انور ﷺ نے فرمایا عورتوں کا جہاد تلوار سے نہیں بلکہ حج کرنا جہاد ہے'' (ص ۵) نہ معلوم یہ حدیث میں کہاں ہے کہ یہ حکم ہر وقت کا ہے کیا ہجوم عدو کے وقت عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہو جاتا؟ کیا آپ اس وقت بھی یہ کہہ کر عورتیں کیا جہاد کریں گی سب کو روکنے کی سعی کریں گے اور حکم شریعت کی خلاف ورزی پر عورتوں کو آمادہ کریں گے؟ آپ لکھتے ہیں کہ ''ایک پمفلٹ نے فسق یزید کے نام سے جنم لیا، یہ پمفلٹ ان کے ظہور تشیع کی واضح دلیل بھی ہے'' (ص ۱)

جب آپ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ''ایک ہی راوی کو ایک محدث ثقہ کہتا ہے اور اسی راوی کو دوسرا محدث غیر ثقہ قرار دیتا ہے اور یہی حال یزید کا بھی ہے'' الخ (ص ۳) یزید کے خلاف اس قدر منظم پروپیگنڈا کیا گیا کہ جس سے بہت سے لوگوں کو دھوکہ لگا اور بڑے بڑے علماء اس سے متاثر ہوئے (ص ۳) تو پھر فسق یزید کے قائلین کو لازماً تشیع کی تہمت لگانے کا کیا جواز ہے؟ شاید وہ بھی پروپیگنڈے سے متاثر ہوں،

کیا بڑے بڑے علماء پر بھی تشیع کی تہمت لگانی جائز ہوگی؟ اگر کسی تاویل سے ان کو اس تہمت سے بچایا جاسکتا ہے تو ''فسق یزید'' کے مؤلف نے کیا خطا کی جو اس قائل سے اس کو محروم کر کے اس پر تشیع کا الزام لگا دیا۔

آپ نے جو لکھا ہے کہ ''جب حقیقت حال کسی کو معلوم ہوئی تو وہ اصل بات سمجھ گئے اور اس غلط پروپیگنڈے کا رد کیا'' (ص ۳) مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ وغیرہ اکابر علماء دیوبند میں سے باحوالہ کسی سے اس غلط پروپیگنڈے کا رد دکھلایا جائے اور ثابت کیا جائے کہ ان حضرات میں سے کسی نے ''فسق یزید'' کا رد کیا ہے۔ آپ اس سے تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند نے غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر فسق یزید کا قول کیا تھا، حقیقت حال معلوم ہونے پر اس کا انہوں نے رد کر دیا، اس کا ثبوت درکار ہے، آپ ثابت کریں کہ علماءِ دیوبند نے کس جگہ اس کا رد کیا کتاب کا حوالہ دیں۔

اور یہ جو الزام دیا ہے کہ ''جب کہ ان اکابر تعزیہ تابوت کو کندھا دینے کے لیے بھی تیار تھے'' (ص ۲) حیرت ہوتی ہے کہ مولانا نے یہ الزام کیسے دے دیا اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو ہو سکتا ہے کہ یہ ''تعلیق بالمحال'' کے قبیل سے ہوگا۔

''قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین'' قرآن کریم میں ہے تو کیا مولانا کے نزدیک اس سے ولد رحمٰن کی عبادت پر آمادگی کا اظہار مقصود ہوگا؟ مولانا الزام دیتے ہوئے آگے پیچھے بالکل نہیں دیکھتے نہ یہ دیکھتے ہیں کہ الزام کہاں تک پہنچے گا۔

دوسرے یہ الزام اصول شرعیہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اگر مولانا کو معلوم ہوتا کہ اثارت فتنہ اور بڑے شر سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی کو برداشت کرنا بھی شریعت ہی کے اصول میں داخل ہے اور اختیار ''اھون البلیتین'' بھی شریعت کا ہی اصول ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اثارت فتنہ اور خون خرابہ کے بڑے شر سے

بچنے کے لیے یزید کے فسق کو برداشت کرلیا تھا، کہ اس کا شر لازمی تھا اور دوسرا متعدی، تو مولانا یہ الزام ہرگز نہ دیتے، مگر انہوں نے تو الزام دیتے وقت علمی سطح سے بہت نیچے اُتر کر عامیانہ انداز اختیار کرلیا بہت افسوس کی بات ہے اہل علم کے لیے اس طرح کا گھٹیا طریقہ اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔

سرِدست ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں واللہ ولی الھدایة والتوفیق ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه. آمین وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ آله واصحابه واھل بیته اجمعین.

یزید کے متعلق
اَکابر علماء اَہلِ سنت والجماعت
کا نظریہ

اَکابر اَہلِ سنت کے نظریہ کے مطابق تمام اَکابر علماءِ دیوبند فسقِ یزید کے قائل اور اِس کے کفر میں توقف اور لعنت بھیجنے میں اِحتیاط برتتے ہیں۔

(لعنت میں احتیاط سے مراد یہ نہیں کہ وہ قابلِ لعنت نہیں)

"یزید" شخصیت اور کردار، ص:۲۹
مصنفہ: حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

علامہ ابن حزمؒ کا یزید کے کردار پر مختصر و جامع تبصرہ

علامہ ابن حزم ظاہری اُندلسی (م: ۴۵٦ھ) نے اپنی کتاب ''جمہرۃ أنساب العرب'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے یزید کے کردار پر مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے جس سے ہمارے ذکر کردہ واقعات کی تائید ہوتی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں ذکر کردیا جائے، ملاحظہ فرمایئے علامہ ابن حزمؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اور یزید امیر المؤمنین جس کے اسلام میں بُرے کرتوت ہیں، اس نے اپنی سلطنت کے آخری دور میں حرہ کے دن اہل مدینہ اور ان کے بہترین اشخاص اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا، اور اپنے عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا، اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں اس کو موت کا مزہ چکھایا'' (جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۱۲، طبع مصر)

گھر کی گواہی

قارئینِ محترم: یہ باتیں ایسی ہیں جن کا اقرار خود یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کو بھی ہے تاریخ بتاتی ہے کہ معاویہ بن یزید جب سریر آرائے سلطنت ہوئے تو ان کارناموں کو ذکر کر کے رو دیے چنانچہ لکھتے ہیں:

''میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہوگیا یہ کہہ کر رونے لگے جو بات ہم پر سب سے گراں ہے

وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا" (الصواعق المحرقہ ص:۱۳۴)

ابن زیاد کی گواہی

قارئینِ محترم: یزید کے خاص الخاص شریک کار اس کے برادر عم زاد (بشرطیکہ استلحاقِ زیاد صحیح ہو) عبید اللہ بن زیاد کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن کو امام اہل السنۃ امام ابن جریر طبریؒ (م:۳۱۱ھ) نے بسند ذیل نقل فرمایا ہے:

"یزید نے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) کو لکھا کہ "جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا کہ میں اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں برائیاں اپنے نامۂ اعمال میں کبھی جمع نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کر چکا اب خانہ کعبہ پر بھی چڑھائی کردوں" (تاریخ طبری ج:۵، ص:۴۸۳/۴۸۴)

قارئینِ محترم: حیرت ہے کہ......!! حامیانِ یزید اِن مضبوط اور مستند شواہد کے ہوتے ہوئے بھی یزید کو بے قصور قرار دیتے ہیں۔

اِن تبصروں سے حامیانِ یزید کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو یزید کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے اور ہر وقت یہ راگ الاپتے پھرتے ہیں کہ یزید کا کوئی قصور نہیں تھا نہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا نہ اُن کے قتل کا حکم دیا۔

قارئینِ محترم: دیکھا جائے تو یہ باتیں علامہ ابن حزمؒ، علامہ ابن حجرؒ اور علامہ ابن جریر طبریؒ ہی نے نہیں لکھیں بلکہ تمام مستند تاریخی کتابوں میں مؤرخین درج کرتے آئے ہیں اُن میں بھی یہ باتیں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ آپ پیچھے کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ناصبی کون ہیں؟

از: محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ

"نواصب" ناصبیہ"اہل نصب" تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہیں جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل واصحاب کے خلاف بغض وعداوت کا علم بلند کرر کھا تھا۔ چنانچہ علامہ زمخشری ؒ "اساس البلاغہ" میں لکھتے ہیں: "نا صبت الفلان" کے معنی آتے ہیں میں نے اس سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت رکھتے ہیں ان کو اسی بنا پر "نواصب" ناصبیہ"اہل نصب" کہتے ہیں۔ جس طرح روافض کا مذہب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے تبری وبیزاری اور ان کو طرح طرح کے مطاعن سے مطعون کرنا ہے بعینہٖ یہی طریقہ نواصب کا خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ (اور اُن کی اولاد واصحاب) کے بارے میں ہے۔

برصغیر پاک وہند تو ان کے وجود نامسعود سے شروع ہی سے پاک چلا آتا تھا، تاآنکہ محمود عباسی امروہی نے "خلافت معاویہ ویزید" لکھ کر اس فتنہ کو نئے سرے سے ہوا دی اور اس کے مر جانے کے بعد کیمونسٹوں اور منکرین حدیث نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر عباسی کے متبعین کی پیٹھ ٹھونکی اور ان کو "ناصبیت" کے مشن کو فروغ دینے پر لگا دیا۔ چنانچہ اب مختلف ناموں سے انجمنیں قائم ہوگئی ہیں جن کا کام ہی اہل سنت کو راہِ اعتدال سے ہٹانا ہے۔ (حادثۂ کربلا کا پس منظر: ص، ۱۱۷)

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

جو لوگ حُبِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عنوان قائم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ؓ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ، امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کی صحیح شرعی عظمت کو گھٹاتے ہیں وہ بھی صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں ان میں اور روافض میں مقصد اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اگر یہ لوگ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ان کا تقیہ ہے۔

(شہادت امام حسین اور کردار یزید: ص، ۱۸۰)